اسلامی معاشرے میں امداد باہمی کے ذرائع نافلہ کا کردار

The Role of sources of Mutual cooperation In Islamic society

غلام صفورا*

ABSTRACT:

Islam is a religion that wants to join the people of society. For this it gives us many concepts. Mutual cooperation is one of those. Islamic concept of mutual cooperation based on brotherhood, love, peace and care for others. Illuminant of this concept there can be positive social, economic, political and religious effects on society. Islam also guides us the way and sources of mutual cooperation. One of those is Islamic system of *sadqaat*. Through this system we can abolish poverty and bring prosperity and peace among the people of society. We can also make better the system of production, distribution and consuming of wealth through this system. If everyone in society creates in himself a sense of responsibility and God fearing and pay his *sadqaat* regularly and honestly, there would be no poverty, unemployment, illiteracy and regional crises in our society. Although Islam demands us to pay our sadqaat, but first of all it instructs us to earn our Rizq with our own hands and forbids from begging.

Keywords: Islam, Mutual cooperation, sadqaat, Rizq Halal.

اسلام ایک دینِ امن اور سلامتی ہے۔اسی امن و سلامتی کے قیام و دوام کے لئے اسلام نے کئی احکام دیے ہیں۔انہی احکام میں سے ایک حکم امداد باہمی کا ہے۔یہ وہ جذبہ ہے جس سے افراد معاشرہ میں اخوت، محبت،ہمدردی اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔اور معاشرے کو معاشی و معاشرتی استحکام نصیب ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس جذبے کو ایک اصول اور قانون کے طور پر بیان کیاہے۔ ارشادربانی ہے:﴿وَتَعَاوَنُواْ عَلَى الْبرِّ وَالتَّقْوَى وَلاَ تَعَاوَنُواْ عَلَى الإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾[1]

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

گویا نیکی کے کاموں میں تعاون معاشی و معاشرتی استحکام کی بنیاد ہے۔اسلام نے اس تعاون باہمی کے طریقے اور ذرائع بھی بیان فرما دیے ہیں۔جن پر عمل کر کے افراد معاشرہ اسلامی معاشرے کو ایک مثالی اور خوشحال معاشرہ بنا سکتے ہیں۔

امداد باہمی کا مفہوم: امداد عربی زبان کا لفظ ہے جو مصدر کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے کمک، سہارا، اعانت، حمایت وغیرہ اور امدا باہمی سے مراد باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا جیسا کہ فرہنگ تلفظ میں ہے کہ:"امداد سے مراد دینا، ہاتھ بٹانا، اعانت کرنا، وظیفہ، عطیہ اور بخشش ہے اور امداد باہمی سے مراد مشترکہ مفاد کے لیے آپس کی تنظیم، باہمی اشتراک سے سماجی یا معاشی فلاح و بہبود کے کام انجام دینا۔"[2]

تعاون اجتماعی: امداد باہمی کو عربی میں "التعاون الاجتماعی" کہتے ہیں۔یہ عربی زبان کا مرکب ہے۔التعاون باب تفاعل سے مصدر ہے اس کا اصل مادہ "عون" ہے۔لسان العرب میں ہے:"وتعاونوا عليّ واعتونوا: اي أعان بعضهم بعضاً"[3]

---

*Ph.D Scholar, NUML, Islamabad

ترجمہ: تعاون کا مطلب افراد کا ایک دوسرے کی مدد کرنا ہے۔

الاجتماعی: یعنی اجتماع سے مربوط کوئی امور، "الاجتماع" مادہ جمع سے باب افتعال مصدر ہے۔ اس کا مطلب متفرق امور یا افراد کا ایک مقام پر جمع ہونا جیسا کہ لسان العرب میں ہے: "اجتمع الشي اي جمع الشيء عن تفرقة"[4] پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک معاشرے کے افراد اور اجتماع کے اندر بعض افراد کی مدد کرنا 'التعاون الاجتماعی' یا 'امداد باہمی' کہلاتا ہے۔

امداد باہمی کے ذرائع: اسلامی معاشرہ میں امداد باہمی کے ذرائع صدقاتِ واجبہ و نافلہ ہیں۔

صدقہ کا مفہوم: ہر وہ چیز جو مسلمان اپنے مال سے قرب الٰہی حاصل کرنے کیلئے دیتا ہے صدقہ کہلاتا ہے۔ لفظ صدقہ صدق سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی سچائی کے ہیں جیسا کہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "الصدق: یہ الکذب کی ضد ہے۔ جس کے معنی ہیں دل وزبان کی ہم آہنگی اور بات کا نفس واقعہ کے مطابق ہونا۔"[5] یعنی صدقہ ہر اس عمل کو کہتے ہیں جو ایک مسلمان اپنے ایمان کی سلامتی کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی میں کرتا ہے۔ اور اس سے اس کا مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے۔ اس کا کم سے کم درجہ احساس شہریت اور بڑا درجہ معاشی طور پر پریشان حال لوگوں، معذوروں اور حاجت مندوں کو معاشی تحفظ دینے کے کام میں اسلامی ریاست کے ساتھ تعاون کرنا اور زکاۃ واجبہ ایمانداری سے ادا کرنا ہے۔[6]

گویا صدقے کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ ہر وہ کام جو نیکی، رفاہ عامہ، اصلاح، احسان، احساس ذمہ داری اور عام بھلائی کا ہو سب صدقہ ہے۔

صدقات کی اقسام: وجوب اور عدم وجوب کے لحاظ سے صدقات کی دو اقسام ہیں:

۱۔ صدقات واجبہ: اس سے مراد وہ صدقات ہیں جن کی فرضیت شریعت سے ثابت ہے اور جنہیں ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر لازم ہے۔ مثلاً زکاۃ، عشر، صدقہ فطر، قربانی اور کفارے وغیرہ۔

۲۔ صدقات نافلہ: اس میں صدقات واجبہ کے علاوہ انفاق کے تمام صورتیں شامل ہیں۔ مثلاً وقف، قرض، عاریت، امانت اور وصیت وغیرہ۔ اور یہی ہمارا موضوع ہے یعنی صدقات نافلہ

صدقات نافلہ: صدقات نافلہ سے مراد کسی شخص کا اپنی ضرورت سے زائد مال مساکین و غرباء اور ناداروں پر اللہ تعالی کی خوشنودی کے لیے خرچ کرنا ہے۔ اور یہ خرچ کرنا صدقات واجبہ کے علاوہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ﴾[7]

ترجمہ: آپ ﷺ سے یہ بھی دریافت کرتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں۔ تو آپ ﷺ کہہ دیجیے حاجت سے زائد چیز۔

صدقات نافلہ کی اقسام: اب صدقات نافلہ کی چند اہم اقسام کا جائزہ لیتے ہیں مثلاً:

۱۔ وقف ۲۔ قرض ۳۔ عاریت ۴۔ وصیت ۵۔ امانت

وقف: صدقات نافلہ کی اقسام میں سے ایک قسم وقف ہے۔

وقف کا مفہوم: وقف عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی روکنے، محفوظ کر لینے اور موقوف چیز کا کسی اور کی ملکیت میں جانے سے روک دینے کے ہیں۔ جیسا کہ قاموس المحیط میں ہے:

"وقف کے لغوی معنی حبس یعنی روکنا، باندھنا، بند اور قید کے ہیں۔"[8]

اصطلاحاً وقف سے مراد کسی چیز کو مثلاً مساجد، مدارس، ہسپتال یا پانی کے ذرائع وغیرہ رفاہ عامہ کے لیے مخصوص کر دینا یا غرباء کے لیے دیگر رفاہی کام شروع کرنا ہے۔ جیسا کہ "مجموعہ قوانین اسلام" میں ہے:

"کسی قیمتی شے کی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ملک میں مقید کرنا اور اس کی منفعت کو دوسروں پر بہ اغراض مذہبی و خیراتی نیک نیتی کے ساتھ ہمیشہ کے لیے صریح وصاف اظہار میں صدقہ کر دینا وقف ہے۔"[9]

وقف کی اقسام واہمیت: وقف کی دو اقسام ہیں: وقف خیری اور وقف اہلی۔

۱۔ وقف خیری: وقف خیری کو وقف الی اللہ بھی کہتے ہیں، اس وقف میں امور خیر کیلئے وقف کیا جاتا ہے۔

۲۔ وقف اہلی: وقت اہلی کو وقف علی الاولاد بھی کہتے ہیں اس میں اولاد و اقربا کے نام پر وقف ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی امور خیر کے لیے بھی۔ کسی مسلمان شخص کا ملکیتاً یا جزءاً اپنی اولاد یا نسل کی پرورش یا گزارے کے لیے اپنی جائیداد کا وقف کرنا وقف علی الاولاد کہلاتا ہے۔[10]

وقف میں وقف کرنے والا اپنا مال و دولت رضائے الٰہی کی خاطر مفاد عامہ کے لیے چھوڑ دیتا ہے اور اپنی ضروریات پر مخلوق خدا کی ضروریات کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے وقف قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اور انفاق کی ایک صورت ہے۔ اسلام نے معاشرے کے غرباء اور نادار افراد کی اعانت اور رفاہی کاموں کے لیے زمین، جائیداد اور اپنی عزیز اشیاء وقف کرنے کی ترغیب دی ہے۔ قرآن کریم اس قسم کے انفاق کو اس طرح بیان کرتا ہے: ﴿لَن تَنَالُواْ الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُواْ مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾[11]

ترجمہ: جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کروگے۔ ہرگز بھلائی نہ پاؤ گے۔

مسلمانوں میں رفاہ عامہ کے لیے وقف کا رواج ہر دور میں موجود رہا ہے اس سے نیک کاموں کو جاری رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ سب سے بہتر وقف یہ ہے کہ اپنی دولت خیر و بھلائی کے کاموں اور معاشرتی استحکام کے لیے وقف کی جائے۔ عہد جدید میں اس کی بہت ضرورت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وقف کی دولت سے اسلامی معاشرے کے اقتصادی و معاشرتی نظام کو فعال بنایا جائے وہ اسطرح کہ وقف کا سرمایہ تجارتی کاموں میں لگایا جائے تاکہ اس کا نفع زیادہ اور عام ہو پھر اس رقم سے معاشرتی بہبود کے کام لیے جائیں۔

قرض حسنہ: قرض عربی زبان کا لفظ ہے۔ جو کہ قرض یقرض (ضرب یضرب) کے وزن پر ہے۔ قرض کا لغوی معنی بدلہ دینا۔ کاٹنا، ختم ہونا اور کٹنا وغیرہ ہے[12]۔ 'حسنہ' بھی عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کے معنی اچھا، بھلائی اور عمدگی کے ہیں۔[13] اصطلاحاً قرض سے مراد ہے:

"والقَرْضُ ما يُعْطِيه من المالِ لِيُقْضاه"[14]

ترجمہ: قرض اس مال کو کہتے ہیں جو اس نیت سے دیا جائے تاکہ لینے والا واپس کر دے

اور قرض حسنہ سے مراد ہے بغیر سود کے قرض دینا جیسا کہ جریر طبری لکھتے ہیں: "قرض حسنہ سے مراد کسی شخص کو بلا سود اس طرح سے قرض دینا کہ وہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد سرمائے کو واپس کر دے۔"[15]

فضیلت واہمیت (از روئے قرآن وحدیث)

بعض اوقات انسان کو کسی ناگہانی ضرورت کو پورا کرنے یا کاروبار جاری رکھنے یا نقصان کا ازالہ کرنے کے لے قرض کی ضرورت پڑتی ہے۔اس کی مدد کی صورت یہ ہے کہ اسے قرض حسنہ دیا جائے تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری کر سکے۔احادیث میں قرض حسنہ کی بہت فضیلت بیان ہوئی ہے۔جیسا کہ ایک روایت میں ہے: كل قرض صدقة[16] ہر قرض دینے پر صدقے کا ثواب ہے۔

قرض حسنہ دینے کے علاوہ مقروض اگر ادائیگی کے لیے مہلت اور رعایت مانگے تو اسے دی جائے حتیٰ کہ اگر وہ قرض ادا نہ کر سکے تو اسے معاف کر دیا جائے۔قرآن پاک نے اسی احسان کی تعلیم دی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ[17]

ترجمہ: اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو وہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے۔

قرض حسنہ اور امداد باہمی:

قرض حسنہ کا بنیادی مقصد ضرورت مند افراد کی مدد ہے۔چنانچہ معاشرے کے مخیر افراد کا فرض ہے کہ وہ بوقت ضرورت اپنے ضرورت مند بھائی کو قرض حسنہ دیں۔اور اگر وہ اس سے پہلو تہی کریں گے۔تو بقول مولانا مودودی:" اگر کوئی معاشرہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کو ضرورت کے وقت قرض نہیں دے پاتا، تو یہ صریحاً اس بات کی علامت ہے کہ اس معاشرے کی اخلاقی آب وہوا خراب ہے۔جس کی اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔"[18]

انفرادی سطح کے علاوہ حکومتی سطح پر بھی قرض حسنہ دینے کا اہتمام کیا جائے۔اسطرح ملکی معاشی حالات میں بہتری آئیگی۔مثلاً ملک میں جو لوگ بے روزگار ہیں اور اپنے لیے روزگار حاصل کرنا چاہتے ہیں انہیں قرض حسنہ دیا جائے۔اس طرح ملک میں بے روزگاری کی شرح میں کمی آئے گی۔جو طالب علم اپنے تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے انہیں یہ سہولت دی جائے یہ ایک قسم کی سرمایہ کاری ہوگی۔کیونکہ کل یہی طالب علم اعلیٰ تعلیم و فن سے آراستہ ہو کر ملک و قوم کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔اس کے علاوہ مختلف این۔جی۔اوز اور امداد باہمی کی تنظیموں کو بھی قرض حسنہ دینے کا انتظام کرنا چاہیے۔اس سلسلہ میں پاکستان میں قرض حسنہ جاری کرنے والی ایک تنظیم کا ذکر ضروری ہے۔جس کا نام "اخوت" ہے۔یہ تنظیم 2001ء میں قائم ہوئی۔[19] اس نے غریب اور نادار لوگوں کو قرضہ حسنہ دینا شروع کیا اور تاحال یہ اپنے پروگرام ومقاصد پر عمل پیرا ہے۔اس تنظیم سے بے شمار ضرورت مند افراد مستفید ہو رہے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اس قسم کی مزید تنظیمیں اور ادارے قائم کیے جائیں تاکہ معاشرے سے غربت دور کرنے میں مدد ملے اور سود جیسی لعنت سے بھی چھٹکارا حاصل ہو۔

ہبہ: انفاق فی سبیل اللہ میں "ھبہ" بھی ایک مفید ذریعہ امداد باہمی ہے کہ کسی کو اس کی ضرورت کی کوئی چیز ہبہ کر دی جائے۔

لغوی واصطلاحی مفہوم: لفظ ہبہ "وَھَبَ یھب" سے مصدر ہے، اس کا مطلب ہے کسی کو کسی چیز کا بغیر عوض مالک بنانا۔جیسا کہ کاسانی بھی ھبہ کا یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" ہبہ بغیر عوض کے کسی چیز کو کسی کی ملکیت میں دینے کو کہتے ہیں۔"[20]

یعنی ہبہ کا مطلب ہے بلاشرط اور خوشی خوشی کوئی چیز کسی کی خدمت میں پیش کر دینا اور جوابی بدلے کی خواہش نہ رکھنا۔ہبہ کا لفظ قرآن پاک میں سورۃ الاحزاب میں اس طرح آیا ہے:

﴿ وَامۡرَأَةً مُّؤۡمِنَةً إِن وَهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِيِّ ﴾[21]

ترجمہ: اور وہ باایمان عورت جو اپنا نفس نبی ﷺ کو ہبہ کر دے۔

اس سے ثابت ہوا کہ عقیدت واحترام، محبت وشفقت اور ہمدردی خیر خواہی کے جذبے کے تحت کسی چیز یا اپنے نفس کو اپنے ہر حق سے دست بردار ہو کر دوسرے کے سپرد کر دینا ہبہ کہلاتا ہے۔ لفظ ہبہ قرآن پاک میں عطیہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے:

﴿ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكۡمًا وَجَعَلَنِي مِنَ ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴾[22]

ترجمہ: پھر مجھے میرے رب نے حکم اور علم عطا فرمایا۔

ہبہ کے لیے عطیہ کے علاوہ تحفہ اور ہدیہ کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔ جیسا کہ الجزیری لکھتے ہیں: ''ہبہ، ہدیہ، صدقہ یا عطیہ یہ تمام الفاظ ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔ البتہ نیت کے ساتھ ان کا مفہوم بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ اگر ثواب آخرت کی نیت ہو تو صدقہ ہے، اظہار توقیر یا دوستی اور نیکی کے عوض میں ہو تو ہدیہ ہے اور اگر ان میں سے کوئی مقصد پیش نظر نہ ہو تو وہ ہدیہ اور عطیہ ہے۔''[23]

ہبہ صدقات کی اقسام میں سے ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہبہ ہر شخص کو دیا جا سکتا ہے۔

خواہ وہ غریب ہو یا امیر، بچہ ہو یا بوڑھا نیز میاں بیوی کو اور بیوی میاں کو ہبہ کر سکتی ہے۔ باپ اپنی اولاد کو ہبہ کر سکتا ہے۔

ہبہ ملکیت کی شکل میں ہوتا ہے کہ جسے کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو وہ اس کا مالک ہے۔ اور اس چیز میں مکمل تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔[24]

اور کسی کو کوئی چیز ہبہ کر دی جائے تو واپس لینا سخت منع ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجاہد کو گھوڑا دیا لیکن اس کی پوری نگہداشت نہیں کی۔ گھوڑا کمزور ہو گیا۔ وہ اسے فروخت کرنے بازار لایا میں نے اس کو خریدنے کی خواہش کی تاکہ وہ اسے سستے داموں فروخت نہ کرے۔ میں نے اس کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(الۡعَائِدُ فِي هِبَتِهِ كَالۡعَائِدِ فِي قَيۡئِهِ)[25]

ترجمہ: ھبہ میں رجوع کرنے والا قیئی میں رجوع کرنے والا ہے۔

آنحضور ﷺ ھبہ وہدیہ قبول فرماتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ:

(كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقۡبَلُ الۡهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ)[26]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرمالیتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرتے وقت عدل وانصاف کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے:

(قَالَ النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اعۡدِلُوا بَيۡنَ أَوۡلَادِكُمۡ فِي الۡعَطِيَةِ)[27]

ترجمہ: بنی کریم ﷺ نے فرمایا عطایا کے سلسلے میں اپنی اولاد کے درمیان انصاف سے کام لو۔

ہبہ کے اولین حقداروں کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا فرمایا:

(قُلۡتُ يا رَسُولَ اللهِ إِنَّ لِي جَارَينِ فَإِلَى أَيِهِمَا أُهۡدِی قَالَ إِلَى أَقۡرَبِهِمَا مِنۡكِ بَابًا)[28]

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ تو مجھے کس کے گھر ہدیہ بھیجنا چاہیے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہے۔

درج بالا اصولوں کو پیش نظر رکھ کر ہمیں چاہیے کہ ہبہ کو بطور ذریعہ امداد باہمی معاشرے میں فروغ دیں۔ تاکہ ضرورت مند افراد کی ضروریات احسن طریقے سے پوری ہوسکیں اور افراد معاشرہ کے درمیان باہمی محبت ومودت کے جذبات اجاگر ہوں۔

عاریت: معاشرے میں امداد باہمی کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ کسی ضرورت مند کو عاریتاً کوئی چیز دی جائے۔

لغوی واصطلاحی مفہوم: عاریت کے لغوی معنی ادھار، مستعار اور نسیہ کے ہیں۔(29) مصباح اللغات کے مطابق:

"عاریۃ وہ چیز جس کو لوگ آپس میں لیں یا دیں۔ اس کی جمع عواری یا عواری ہے۔"[30]

اصطلاحاً عاریت سے مراد کسی شخص کا اپنی ملکیت کے منافع کو بغیر معاوضہ کے دوسرے کی ملکیت بنادینا۔ جیسا کہ احناف نے عاریت کی تعریف کی ہے: ''العارية هي تمليك المنافع مجاناً''[31] عاریت یہ ہے کہ کسی کو مفت (کسی شے کی) منفعت کا مالک بنادیا جائے۔

اہمیت ازروئے قرآن وحدیث:

زندگی میں ہر شخص اپنی ضرورت کی ہر چیز خود مہیا نہیں کرسکتا کیونکہ بعض افراد میں استطاعت نہیں ہوتی کہ وہ ہر چیز خرید سکیں۔ پس ان افراد کی مدد کا طریقہ عاریت کی صورت میں اسلام نے پیش کیا ہے۔ بلکہ اسلام ایک ایسا معاشرہ قائم کرتا ہے جہاں ہر شخص میں ایسا جذبہ پیدا ہو کہ وہ دوسرے کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے۔

اسلام میں عاریتاً چیز دینے کی اس قدر اہمیت ہے کہ وہ نمازی تک پسندیدہ نہیں جو عام ضرورت کی چیزیں ایک دوسرے کو نہیں دیتے ۔ اس سلسلہ میں پوری سورۃ الماعون نازل ہوئی اور ان لوگوں کی سخت مذمت کی گئی جو ضرورت مندوں کی مدد نہیں کرتے۔ اور اپنی چیز عاریتاً دینے سے گریز کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُونَ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ﴾[32]

ترجمہ: پس خرابی ہے واسطے ان نمازیوں کے جو اپنی نمازوں کے بارے میں سستی کرتے ہیں جو دکھاوا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو برتنے کی چیزیں عاریتاً نہیں دیتے۔

چونکہ اس طریقہ میں چیز کے ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے اس لیے مستعیر کو متنبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ ادھار لی ہوئی چیز کو اپنی ملکیت نہ سمجھے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد مالک کے حوالے کردے کیونکہ وہ چیز اس کے پاس بطور ضمانت ہوتی ہے۔ اور وہ اس کے نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس بارے میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

(على اليد ما اخذتْ حتى تؤديه)[33] جس ہاتھ نے جو کچھ لیا ہو اس پر اس کا ادا کرنا واجب ہے (خواہ یہ نقد رقم ہو یا کوئی اور چیز۔

خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے ان امور کا ذکر کیا جو دین میں بہت اھمیت رکھتے ہیں۔ اس خطبے میں عاریتاً لی ہوئی چیز کے بارے میں فرمایا: (العارية مؤداة)[34] مانگی ہوئی چیز واپس کی جائے گی۔

موجودہ دور میں جہاں دوسری اخلاقی اقدار بدل گئی ہیں وہاں عاریتاً چیز لینے دینے کا رواج بھی کم ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ عاریتاً چیز لے کر واپس نہیں کرتے۔ اس کا ردعمل یہ ہوا کہ عاریت کا رجحان ہی کم ہو گیا۔ حالانکہ یہ ایک مفید طریقہ امداد باہمی اور کار خیر ہے ۔ جیسا کہ الجزیری لکھتے ہیں:

''اذا لاشك أن سد حاجات الناس بعضهم بعضاً والاحسان اليهم من انواع البر التی تثتوثق بها الروابط وتنمو بها الالفة وتتاكد المودة وذلك ممدوح فی نظر الشريعة الاسلامية كل المدح'' [35]

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ بنی نوع انسان کا ایک دوسرے کی حاجت روائی اور باہمی حسن سلوک ان نیکیوں میں سے ہے جن سے باہمی تعلقات مستحکم ہوتے ہیں باہمی الفت بڑھتی ہے اور دوستی پختہ ہوتی ہے۔ اور ایسے امور شریعت کی نگاہ میں نہایت ہی پسندیدہ ہیں۔

وصیت:

اسلامی معاشرے میں ذرائع امداد باہمی میں سے ایک ذریعہ وصیت بھی ہے کہ انسان اپنی موت سے قبل اپنی دولت وجائیداد کا ایک تہائی حصہ غرباء ونادار افراد کے لیے چھوڑ جائے۔ اور وہ اس سے اپنی ضرورت پوری کر سکیں۔

مفہوم واہمیت: الوصية کا ماضی ومضارع 'وصی یوصی' اور مصدر وصیاً آتا ہے یعنی کسی چیز کی وصیت کرنا[36] علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''الوصیۃ سے مراد واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کے ہیں اور اَو ُص اَہ ُ وو َص اَہ ُ کے معنی کسی کو وصیت کرنے کے ہیں۔''[37] اصطلاح میں کسی شے یا اس کے منافع کو بطریق حسن سلوک یہ کہہ دینا یا لکھ دینا کہ میری موت کے بعد فلاں کے لیے ہے۔ 'وصیت' کہلاتا ہے۔ کاسانی وصیت کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں:

''سم لما اوجبه الموصی فی ماله بعد الموت''[38]

ترجمہ: وصیت اس چیز کا نام ہے کہ اس کا ایجاب موصی اپنے مال میں اپنی موت کے بعد کرتا ہے۔

قرآن کریم میں وصیت کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ﴾ [39]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم (وصیت) کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

وصیت کرنے کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل حدیث سے بھی ہوتا ہے:

(مَا حَقُّ امْرِئٍ مُسْلِمٍ لَهُ شَيْءٌ يُوصِي فِيهِ يَبِيتُ لَيْلَتَيْنِ إِلَّا وَوَصِيَّتُهُ مَكْتُوبَةٌ عِنْدَهُ) [40]

ترجمہ: ایک مسلمان کے پاس اگر مال ہو اور وہ وصیت کرنا چاہے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ دو راتیں بسر کرے الا یہ کہ وصیت اس کے سرہانے موجود ہو۔

اسلامی اقتصادیات میں وصیت کی بہت اہمیت ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اپنی زندگی میں ایسا کام کر جائے جو کل آخرت میں اس کے کام آئے۔ اس لیے دولتمند افراد کو چاہیے کہ اپنے مال میں سے کار خیر کیلئے وصیت کر جائیں تاکہ اپنے چھوڑے ہوئے مال سے آخرت میں نفع پائیں۔

امانت: امانت سے مراد حفاظت کی غرض سے کسی کو کوئی چیز سونپنا ہے۔

مفہوم واہمیت: امانت عربی زبان کا اسم ہے اور اَمنَ سے مشتق ہے۔

الامانتہ کا مطلب اطمینان اور ودیعت ہے۔[41] الجزیری لکھتے ہیں:

''معنى الوديعة فى اللغة: ما وضع عند غير مالكه ليحفظه''[42]

ترجمہ: ودیعت سے مراد ازروئے لغت وہ شے ہے جو مالک کے علاوہ کسی اور کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھی جائے۔

اس کے علاوہ امانت سے مراد تحویل، سپردگی، دیانت اور صداقت بھی ہے۔[43]

اصطلاحاً امانت سے مراد ہو وہ چیز (نقد چیز یا بات) جو کسی کو جوں کی توں واپس لینے یا محفوظ رکھنے کے لیے سونپی جائے۔ اسلامی احکام میں سے ایک حکم امانتداری ہے۔ کیونکہ ایک مضبوط معاشرے کے قیام کے لیے باہمی اعتماد کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں امانتداری کی بہت تاکید کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّواْ الأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا﴾[44]

ترجمہ: اور اللہ تعالی تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت داروں کی امانتیں انہیں پہنچادو

چونکہ اسلام میں امانتداری کی بہت اہمیت ہے اس لیے آنحضور ﷺ کی بھی اس پر خاص توجہ تھی اور آپ ﷺ نے عملاً اس کا مظاہرہ اس طرح فرمایا کہ آپ ﷺ کا لقب ہی امین مشہور ہو گیا۔ آنحضور ﷺ نے امین کو خیانت سے منع فرمایا:

(أَدِّ الأَمَانَةَ إِلَى مَنْ ائْتَمَنَكَ، وَلَا تَخُنْ مَنْ خَانَكَ)[45]

ترجمہ: جس نے تجھے امین سمجھ کر تیرے پاس امانت رکھوائی، اس کی امانت واپس کر اور جس نے تیرے ساتھ خیانت کی تو اس کے ساتھ خیانت نہ کر۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امانت کس طرح امداد باہمی کا ذریعہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ معاشرے میں جو لوگ اپنی امانتیں دوسروں کے سپرد کرتے ہی اور ان امانتوں کا فوری مطالبہ بھی نہیں کیا جاتا تو ان کو ضرورتمند افرا کاروبار میں نفع و نقصان کی بنیاد پر استعمال کرسکتے ہیں اس طرح امانت رکھونے والے کو بھی فائدہ ہو گا اور امین کو بھی، اسطرح یہ امداد باہمی کی ایک مفید صورت ثابت ہو سکتی ہے۔ امانتوں کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلا روپیہ پیسہ اشیائے ضرورت وغیرہ۔ البتہ امانت کو بطور سرمایہ کاری استعمال کرنے سے پہلے مالک کی اجازت لے لینی چاہیے نیز امانت ضائع ہونے کی صورت میں تاوان کس کے ذمہ ہو گا، یہ معاملات طے کر کے امانت کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔ صدقات نافلہ کے تعارف کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ ان صدقات کا معاشرے میں کیا کردار ہے۔

معاشرے میں صدقات نافلہ کا کردار:

صدقات نافلہ اسلامی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اس کا اندازہ درج ذیل نکات سے ہوتا ہے:

1۔ عارضی و فوری امداد 2۔ امداد کی مستقل صورتیں

عارضی و فوری امداد:

بعض اوقات انسان کو فوری مدد کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض اوقات مدد کرنے والے بھی صرف وقتی مدد دے سکتے ہیں اسلام نے بھی اس بات کی تاکید کی ہے۔ کہ آدمی کسی ضرورت مند کی جتنی مدد کر سکتا ہے کرے۔عارضی و وقتی امداد کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔خوراک ولباس اور ادویات فراہم کرنا۔

2۔ مریض کی عیادت وخدمت

3۔سائل کی مدد کرنا۔

اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ ہم اپنے مال سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کریں۔ اسی مقصد کے لیے اسلام نے صدقات کا ایک بہترین وجامع نظام ترتیب دیا ہے۔ان تمام قسم کے صدقات کا مقصد معاشی لحاظ سے کمزور افراد کی مدد کرنا اور اپنی عاقبت سنوارنا ہے۔انسان کا وہ مال جو دوسروں کے کام آئے وہ اس کے لیے ایک ہمیشہ رہنے والا سرمایہ ہے اس سے کل وہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں بے حساب اجر وثواب پائے گا۔جیسا کہ قرآن پاک میں آیا ہے:

الَّذِينَ ينفِقُونَ أَمْوَالَهُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [46]

ترجمہ: جو لوگ اپنے مالوں کو رات دن چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں۔ان کے لیے ان کے رب تعالیٰ کے پاس اجر ہے۔اور نہ انہیں خوف ہے اور نہ غمگینی۔

الغرض اسلام کے اس نظام (انفاق فی سبیل اللہ) کی بدولت خوشحال آدمی صرف اپنے لیے ہی نہیں بلکہ معاشرے کے نادار و محروم افراد کے لیے بھی کماتا ہے

امداد کی مستقل صورتیں:

اگر چہ وقتی اور ہنگامی مدد کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے لیکن بعض اوقات افراد کے مسائل اس نوعیت کے ہوتے ہیں کہ انہیں مستقل بنیادوں پر امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ایسے افراد کی مستقل مدد کی جانی چاہیے تاکہ وہ اپنے مسائل حل کر سکیں۔

بیواؤں، یتیموں اور مساکین کی مدد کا وسیع تصور:

یہ بات نیکی کی ہے کہ اگر ہم کسی غریب ومسکین کو کھانا کھلا دیں، ان کے لیے لباس فراہم کر دیں یا روپے پیسے سے ان کی مدد کریں۔ لیکن مدد کی یہ صورت عارضی ہے۔ اسلام تو اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ معاشرے کا کوئی فرد بھوکا ننگا یا بیروزگار نہ رہے۔ ایک غریب و محروم فرد جب تک غریب ہے اس کا حق باقی رہے گا اور افراد معاشرہ اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے اس حالت سے نکالیں۔ اس کی غربت ومحرومی دور کرنے کے لیے مستقل اقدامات کریں تاکہ وہ بھی معاشرے میں باعزت اور پرسکون زندگی گزار سکیں۔ آنحضور ﷺ کا ارشاد ہے:

(السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أو القائم اللَّيل والصائم النَّهار) [47]

ترجمہ: بیواؤں اور مسکینوں کیلئے سعی وجہد کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا رات میں قیام کرنے والے اور دن میں

روزہ رکھنے والے کے مانند ہے۔

بے روزگار افراد کے لیے روزگار کا انتظام کرنا:

موجودہ دور میں بے روزگاری کا مسئلہ شدت اختیار کر گیا ہے جس کی وجہ سے کئی معاشی و معاشرتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ امداد باہمی کی ایک مستقل صورت یہ بھی ہے کہ معاشرے میں جو بے روزگار افراد ہیں ان کی صلاحیتوں کے مطابق ان کے لیے روزگار کا انتظام کیا جائے مثلاً کئی افراد ایسے ہوتے ہیں جو تعلیم یافتہ اور باصلاحیت تو ہوتے ہیں لیکن مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے کوئی کاروبار شروع نہیں کر سکتے۔ معاشرے کے صاحب حیثیت افراد کی مدد سے لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ حسن نظامی اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اسلام بے شک مساکین کی امداد کی تعلیم دیتا ہے مگر مساکین سے مراد وہ نیکوکار حاجت مند ہیں جو کہ واقعی کسب معاش سے محروم ہوں اور باوجود حاجت مند ہونے کے شرم وحیا کی وجہ سے ہاتھ نہ پھیلاتے ہوں۔ ایسے شخص کی امداد سب سے مقدم ہے۔ مثلاً ایک شخص لوہار کا کام جانتا ہے مگر اوزار نہیں رکھتا اس کی اوزار سے مدد کرنے کا حکم ہے تاکہ وہ اپنا کام چلا سکے۔ ایک شخص درزی ہے مگر سوئی، قینچی اور مشین خریدنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس کی امداد ان چیزوں کا مہیا کر دینا ہے۔ صاحب تصنیف جو اپنی تصنیف کی اشاعت نہیں کر سکتا اس کی اشاعت میں مدد دینی چاہیے۔"[48]

اشاعت علم کا اہتمام:

امداد باہمی کی ایک اہم صورت اشاعت علم ہے۔ اسلام نے حصول علم اور اشاعت علم کو ایک فریضہ قرار دیا ہے۔ علم کی اہمیت کے پیش نظر اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں فروغ علم کے لیے کوشش کرے۔ ریاست کے ساتھ صاحب ثروت افراد پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی معاشرے کو جہالت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے اپنا فرض ادا کریں۔ موجودہ دور میں اس میدان میں باہمی تعاون کی اشد ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں وہی اقوام ترقی کرتی ہیں جن کے افراد زیور علم سے آراستہ ہوں۔ معاشرے کے متمول افراد تعلیمی اداروں کے قیام اور انتظام وانصرام میں مالی مدد دے سکتے ہیں۔ نیز ایسے بچے جو حصول تعلیم کے خواہش مند ہیں لیکن تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ان کے لیے تعلیمی وظائف کا انتظام کر سکتے ہیں تاکہ وہ بھی معاشرے کے کارآمد شہری بن سکیں۔

جدید تکنیکی اداروں کا قیام:

رسمی اور دینی تعلیمی اداروں کے علاوہ جدید تکنیکی اداروں کا قیام بھی بہت ضروری ہے۔ تاکہ یہاں سے فارغ التحصیل طالب علم اپنے لیے روزگار پیدا کر سکیں جو کہ تکنیکی مہارت کے سوا ناممکن ہے۔ جیسا کہ آج کل کمپیوٹر اور جدید ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ غریب ونادار بچوں کے لیے کمپیوٹر کی تعلیم کے ادارے کھولے جائیں تاکہ یہ بچے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تعلیم حاصل کر کے معاشرے کے مفید شہری ثابت ہو سکیں۔

دینی خدمات میں مصروف افراد کی مدد:

وہ افراد جو دین اسلام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں۔ اور ان کا تمام وقت اسی کام میں صرف ہو رہا ہے کہ وہ اپنے

معاش کی طرف توجہ نہیں دے سکتے۔ ایسے افراد کی معاشی ضروریات پوری کرنا ضروری ہے۔ اس کی مثال عہد رسول ﷺ میں اصحابہ صفہ کی ہے جنہوں نے اپنے آپ کو دینی تعلیم خدمات کے لیے وقف کر دیا تھا۔ حضور ﷺ ان کی ضروریات وخوراک کا انتظام صدقات کے مال سے کرتے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحصِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاء مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا[49]

ترجمہ: صدقات کے مستحق صرف وہ غرباء ہیں جو اللہ کی راہ میں روک دیے گئے۔ جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مالدار خیال کرتے تھے۔ آپ ان کے چہرے سے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہچان لیں گے۔ وہ لوگوں سے چمٹ کر نہیں مانگتے۔

شفاخانوں کا قیام:

صحتمند شہری ہی کسی کا مضبوط سرمایہ ہوتے ہیں شہریوں کو صحت کی سہولیات دینا اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر حکومت اپنی ذمہ داری کماحقہ ادا نہیں کر رہی تو معاشرے کے متمول افراد کو اس سلسلہ میں آگے آنا چاہیے۔ اس کے علاوہ صدقات کی رقم سے ہسپتال وڈسپنسریاں قائم کی جاسکتی ہیں۔ اس قسم کی کئی امثال ہمارے سامنے ہیں مثلاً ہمارے ملک میں الشفاء ٹرسٹ آئی ہسپتال راولپنڈی، شوکت خانم میموریل ہسپتال لاہور، پشاور، صغریٰ شفیع ہسپتال نارووال، ایل۔ آر۔ بی۔ ٹی ٹرسٹ آئی ہسپتال (مندرہ ضلع راولپنڈی) زکاۃ فنڈ سے ہی بنائے گئے۔ اس طرح کے مزید ہسپتال قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

دہشت گردی کے خاتمے کے لیے اداروں کا قیام:

عہد جدید کا سب سے اہم مسئلہ دہشت گردی کا ہے جو کہ مسلم ممالک کی بنیادیں کمزور کر رہا ہے۔ خصوصاً ہمارا ملک اس کا شکار ہے۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے موثر منصوبہ بندی اور عملی کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو اس کے خاتمے کے لیے مختلف جہت میں کام کریں۔ یہ ادارے نئی نسل کی تربیت اس طرح کریں کہ وہ معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوں۔ ان کے لیے روزگار کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ منفی سرگرمیوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

خلاصہ بحث

مختصر یہ کہ اسلام میں زکاۃ وصدقات کی صورت میں بہترین ذرائع امداد باہمی موجود ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے ہر شخص کے اندر ایسا رجحان پیدا ہو کہ وہ احساس ذمہ داری اور خوف خدا کے جذبے کے تحت اپنے مال سے زکاۃ وصدقات ادا کرے اور پھر علاقائی تحصیل وضلعی اور ملکی سطح پر ایسے ادارے بنائے جائیں کہ یہ روپیہ واقعی ضرورت مند افراد تک پہنچے اور عمل انفاق انفرادی واجتماعی سطح پر بطور ایک نظام کے قائم ہو جائے۔ صدقات واجبہ ونافلہ کو اسلام کے معاشی نظام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ اگر یہ نظام اپنے پورے اصول وشرائط کے ساتھ رائج ہو جائے تو معاشرے سے غربت وافلاس، بیکاری وبے روزگاری، جہالت اور طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ افراد کے دلوں سے باہمی بغض وعناد اور جذبہ انتقام کا خاتمہ کرنے میں بھی مدد ملے گی۔ لیکن اسلام صرف دولت کی اس منتقلی پر ہی اکتفا

نہیں کرتا بلکہ اس کی مقدار کا تعین بھی کرتا ہے (صدقات واجبہ کی صورت میں) اور کچھ حدود قیود بھی مقرر کرتا ہے۔ مثلاً صدقات وزکاۃ خالص رضائے الٰہی کے لیے دیے جائیں، کسی قسم کا دکھاوا یا ریاکاری نہ کی جائے۔ اپنی کمائی میں سے بہترین چیز اللہ کی راہ میں دی جائے۔ احسان جتلا کر دل آزاری نہ کی جائے۔ اور اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضرورت کا خیال رکھا جائے۔ نیز دین اسلام نے اگرچہ صدقات کا نظام قائم کیا ہے مگر انسان کو کسب معاش کی پہلے تاکید کی ہے۔ اور سوائے اشد ضرورت کے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے اسلام بھیک کی سخت مذمت کرتا ہے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے جہاں امداد باہمی ایک اصول و قانون کے طور پر مروج ہو اور نتیجتاً ایک ایسا پر امن اور آسودہ معاشرہ وجود میں آئے جہاں صدقہ وخیرات دینے والے تو ہوں پر لینے والا کوئی نہ ہو۔

حوالہ جات

[1] المائدہ2:5

[2] شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، 2008، ص83

[3] ابن منظور، لسان العرب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اولی1416، ج12، ص343

[4] ایضا، ص:196

[5] راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، اہل حدیث اکادمی لاہور، ص574

[6] طاہر رسول قادری، اسلام کا نظام کفالت، البدر پبلیکیشنز لاہور، ص162

[7] البقرۃ219:2

[8] مجد الدین محمد بن یعقوب اللغوی، القاموس المحیط، دار احیاء التراث العربی، بیروت 1991ء، ج4، ص55

[9] تنزیل الرحمن، مجموعہ قوانین اسلام، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، س ن، ج3، ص1044

[10] قاری ملا علی، الفقہ الاکبر، دار الکتب العربیۃ، مصر، ص247

[11] . آل عمران92:3

[12] مصباح اللغات، ص671

[13] لسان العرب، ج7، ص217

[14] ایضاً، ص216

[15] محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تاویل آي القرآن، مؤسسته الرسالة، 2000، ج5، ص282

[16] الطبرانی، سلیمان بن محمد احمد بن ایوب، ابو القاسم، المعجم الاوسط، دار الحرمین قاہرہ، باب من اسمہ الحسین، ج4، ص17، حدیث3498

[17] البقرۃ280:2

[18] سید ابو الاعلی مودودی، سود، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 2005، ص175

[19] www.akhwat.org.pk/program-report-asp ,27/4/16 at 9:00 p.m

[20] بدائع الصنائع، ج8، ص87

[21]الاحزاب50:33

[22]الشعراء21:26

[23]عبد الرحمن الجزیری، کتاب الفقہ فی المذاہب الاربعہ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2003، ج3، ص256

[24]بدائع الصنائع، ج8، ص105

[25]ابن ماجہ ، کتاب الھبہ، باب الرجوع فی الھبہ، ج3، ص446، حدیث2385

[26]البخاری ابو اسماعیل محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار ابن کثیر بیروت، کتاب الھبہ، باب المکافاۃ فی الھبہ، ج1، ص55، حدیث2585

[27]ایضا، کتاب الھبہ، باب الھبہ للولد، ج2، ص37، حدیث10

[28]ایضاً، باب ای الجوار اقرب، ج2، ص788، حدیث:2140

[29]وارث سرہندی، قاموس مترادفات، رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ص798

[30]مصباح اللغات، ص584

[31]کتاب الفقہ، ج3، ص238

[32]الماعون107:4-7

[33]سنن ابن ماجہ، کتاب الصدقات، باب العاریۃ، ص802، حدیث2406

[34]ایضاً، ص801، حدیث2398

[35]کتاب الفقہ، ج3، ص239

[36]مصباح اللغات، ص950

[37]المفردات فی غریب القرآن، ص1122

[38]بدائع الصنائع، ج3، ص481

[39]النساء11:4

[40]صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب الوصایا وقول النبی ﷺ، ج3، ص1005، حدیث2581

[41]مصباح اللغات، ص41

[42]کتاب الفقہ، ج3، ص219

[43]قاموس مترادفات، وارث سرہندی، ص141

[44]النساء58:4

[45]ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، جامع ترمذی، کتاب البیوع ، باب ما جاء فی النہی للمسلم ان یدفع الی الذمی، ج5، ص57، حدیث1185

[46]البقرۃ274:2

[47]بخاری الصحیح، کتاب النفقات ، باب فضل النفقہ علی الأھل، ج5، ص2047، حدیث5038

[48]مولانا حسن نظامی، خدائی انکم ٹیکس زکاۃ کا بیان، دلی پرنٹنگ پریس دھلی، 1925ء، ص36

[49]البقرۃ273:2